ایرانی اثرات سے پہلے سندھی لوگوں کے نام		ایرانی اثرات کے بعد اہل سندھ کے نام	
انب	سول	پروین	گل بانو
اوباھیو	سچل	پرویز	گل نور
ارباب	سورٹھ	خاتون	گل داد
آچر	مور	بانو	گلزار
پنیل	مٹھو	بی بی	شمشیر
بھونگر	مٹھار	خاوند بخش	شھمیر
بھلو	میھر	پیر بخش	شیدل
بھلی	میھون	سائیں بخش	شھداد
بھان بھین (بھائیوں کی بہن)	مکھن	مولا بخش	شھزادو
		مھوش	فضل داد
پنھوں	ماروی	جمشید	ماہ رخ
پریل	منگیو	خورشید	جھانزیب
پھوٹو	مومل	فیروز	جھانگیر
توت	ملوک	روشن	جھانخان
ٹرودھ	مانک	دانش	خانزادو
کھبڑ	ماھی	دلدار	صاحبزادو
کانڈیرو	جام	دلبر	فدا

دودو	جمن	میرداد	میرل
دادو	چنیسر	مہرداد	مرزو
دادن	خمیسو	میرخان	خیر بخش
سبھاگو	وسند	دیدار	دادا
سومر	وسایو	سبزل	منیر
سونی	وگبند	چیزل	محبت
سونو	ساجن	مھرو	دانیال
ست بھائی	لکھمیر	مہتاب	سالار
سنگھار	لکھی	آفتاب	سہ بھائی (تھبائی)
سارنگ	لیمو	صاحب خاتون	صاحبزادی
سانون	لدھو	لال خان	زربانو وغیرہ
دریل	ڈھولن		
فارسی اور عربی کے وہ الفاظ سندھی لغات کا حصہ بنے ہیں		عربی الفاظ جن پر فارسی کا اثر ہوا اور جنھیں سندھی نے اپنے انداز اور معنی کے مطابق قبول کیا۔	
فکر	فکرمند	مقصد	نامقصد
اقبال	اقبال مندی	مقصد	بے مقصد
اختیار	اختیار نامو	قسمت	بدقسمت
اعمال	اعمال نامو	صورت	بدصورت

اعزاز	اعزاز نامو
مثال	بے مثال
اعتبار	بے اعتبار
صبر	بے صبر
اعتدال	اعتدال پسند
محرم	نامحرم
طلب	طلب گار
حاجت	حاجت مند
خدمت	خدمت گار
عبادت	عبادت گزار
دعا	دعا گو
عمدہ	عمدگی
خوبصورت	خوبصورتی
غم	غم زدہ
ریاضی	ریاضی دان
فتح	فتح نامو
قید	قید خانو
مطالعہ	مطالعہ گاہ
تعلیم	تعلیم گاہ

وقت	بے وقت
اولاد	بے اولاد
اولاد	بااولاد
صفت	باصفات
عقل	باعقل / بے عقل
روزہ	روزے دار
وضو	باوضو
کتاب	کتب خانو
اللہ	اللہ داد
رسول	رسول بخش
سعادت	سعادت مند
صاحب	صاحبزادو
محراب	محراب خان
عمر	عمر ر[illegible]ہ
غم	غمناک
خوف	خوفناک
دہشت	دہشتناک
وحشت	وحشت ناک
ھیبت	ھیبت ناک

خواب	خواب گاہ	عقل	عقلمند
عبادت	عبادتگار	قبر	قبرستان
خانقاہ	خانگاہ	عجائب	عجائب گھر
قلم	قلم دان	نمائش	نمائش نمازگھر نمائش گاہ وغیرہ

اگرچہ سکندر اعظم کسی علاقے میں مستقل طور پر طویل عرصے تک نہیں ٹھہرا لیکن اس کے مخلوط ثقافتوں اور زبانوں پر مشتمل لشکر کے اثرات یہاں رائج زبانوں پر ہوتے رہے۔ مثلاً براہوی میں "ح" کو ہمیشہ ہلکی "حاء" کی آواز میں تبدیل کرنے کا رواج تھا جو ان دنوں سے مستقل صورت میں "حاء" ہو کر تلفظ ہونے لگا۔ سندھی میں "ف" اور "پھ" میں فرق نہیں تھا، لیکن اس دور کے اثرات نے دونوں آوازوں کو الگ کیا اور درج ذیل الفاظ کی سندھی زبان میں آمد ہوئی:

سندھی لفظ	یونانی لفظ
یونان	Ionian
پارو' پالکو' پرسو	پیلکوس Pelkus (آدمی کا نام)
درھم (سکہ)	Drakme
سرنگھ	Syrrinx
سیوں (سیویاں)	Semidalis
قانون	کانون
فانوس	پھانوس
کفن	کافن

دوُس (جس شخص پر کسی بات کا اثر نہ ہو)	زیوس
سکندر (آدمی کا نام)	سکندر
ایسو یا یوسف جو بعد ازاں جُوسب کے طور پر تلفظ ہوتا ہے	ایسپ (یہ نام اب بھی وادی سندھ کے شمال مغربی حصے میں موجود ہے۔ یہ نام آج بھی وادی سندھ کے شمالی مغربی پوٹھوار میں اٹک تک پھیلے علاقے میں عام ہے اور پوٹھوار کے راجگان میں یہ نام اب بھی عام ہے۔
کارو / کارو / کالا	کالو (مردانہ جام) اب بھی یہ نام وادیٔ سندھ میں اٹک تک رائج ہے۔
سالار (مردانہ نام)	سالار

اسی طرح سندھ میں لفظ "مدھ" بمعنی "بہت لذیذ" یونانی اور ژند کے ذریعے قدیم پہلوی تک بھی پہنچا (یہ لفظ سندھی میں آج بھی مروج ہے) یہ باہمی اثرات مزید گہرے ہو جاتے، اگر حالات میں اچانک تبدیلی نہ آتی، تبدیلی اس وقت آئی جب، سندھ میں سکندر اعظم کو ایک زہریلا تیر لگا اور زہر جسم میں پھیل جانے کے سبب زندگی کے آثار کم نظر آنے لگے۔ اس مرحلے پر انھوں نے لشکر کو اپنی اپنی راہ واپس جانے کی اجازت دے دی۔ تاہم لشکریوں کی اکثریت نے واپس جانے کی بجائے وادیٔ سندھ کو اپنا نیا وطن تسلیم کر لیا اور جہاں جہاں مزاحمت کا اندیشہ کم نظر آیا وہاں وہاں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ لیکن (قلیل تعداد میں) وہ لوگ جو سندھ کی ہمسایہ سرزمین سے تعلق رکھتے تھے

وہ واپس چلے گئے۔ ان واپس جانے والوں نے بھی ایک توکثیر اللسانی لشکر میں کافی وقت گزارا تھا اور وادی سندھ میں عرصے تک رہنے سے بھی ان کی بول چال میں ہر دو صورتوں میں بہت سارا لغوی ذخیرہ مذکورہ زبانوں سے استعمال ہونے لگا تھا۔

جو لوگ سندھ میں مقیم ہوگئے، ان کی زبانیں، ان کے ذاتی وجود کی طرح سندھی زبان میں ضم ہوگئیں، لیکن ان کے الفاظ کے حصے، گرائمری خصوصیات اور صوتی جزئیات اس دائرے کی میراث میں شامل رہیں جہاں وہ مقیم رہے۔

یونانیوں کے بعد سندھ پر "ساکا" اور سھتین (Sythien) اور بعد ازاں پشاچ، ترک اور دارد اقوام یکے بعد دیگرے وقتاً فوقتاً حملہ آور ہوتی رہیں اور پسپائی کی صورت میں ان اقوام کی کثرت نے بھی سندھ میں جہاں اہل سندھ کی ہمدردی حاصل کی وہیں سکونت اختیار کرلی۔ ان حالات نے بھی سندھی میں مذکورہ زبانوں کی خوشبو شامل کرنے میں مدد کی۔

ان کے تعاقب میں ان سے زبردست خونخوار اور لڑاکو اقوام کشاں اور پارتھین اور ان کے عقب میں ساسانی اور سفید ھن (White huns) نے سندھ پر یلغاریں کیں۔ تاریخ اگرچہ تمام اقوام کے مزاج اور ثقافتی پس منظر مختصراً بیان کرتی ہے تاہم لسانی اعتبار سے سندھی زبان میں موجود ان لوگوں کی زبان کی باقیات کا بھی بخوبی علم ہو جاتا ہے۔

تاریخ سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ ادوار کی مذکورہ اقوام نے لسانی طور پر سندھی زبان کو متاثر کیا اور لغوی اضافے کا باعث بنیں، لیکن ایران ہمارا ہمسایہ ہونے کے ناطے سے جتنا قریب رہا، اتنا اس کی زبان نے، ثقافت نے اور ادب نے سندھ پر اپنے لازوال اثرات مرتب کیے ہیں۔ سندھی لوک ادب کلاسیکی ادب میں رستم و سہراب، جمشید بادشاہ، خسرو نوشیروان وغیرہ کے قصوں پر مبنی بہت ساری حکایات اور کہاوتیں آج بھی سندھی ادب کا حصہ ہیں۔

ایرانیوں کی سندھ کے رائے گھرانے کے ہاتھوں ہی پسپائی ہوئی اور وہاں لوگوں نے ملکی ترقی خوشحالی کی خاطر مل جل کر نئے جذبے سے کام شروع کیا۔

سن ساتویں صدی عیسوی تک سندھی زبان و ثقافت پر کئی رخوں سے ایرانی، یونانی، ترکی، کشانی، داردی اور پشاچی اقوام کے لسانی و ثقافتی اثرات مستحکم ہو چکے تھے، لیکن ان اثرات میں ایک اور اضافہ کشمیری زبان و ثقافت کا اس وقت ہوا جب رائے گھرانے کے آخری حکمران کو ''چچ'' (چچ لفظ دراوڑی زبان کا ہے جس کے معنی مہمان کے ہیں) نے سازش کے تحت شکست دے کر سندھ کی باگ دوڑ سنبھال لی۔ ''چچ'' چونکہ برہمن تھا اس لیے اب سندھ پر برہمن دور کی حکمرانی شروع ہوئی۔

چچ سے حکومت راجہ ڈاھر کے پاس پہنچی۔ المختصر مذکورہ سیاسی اور تاریخی تبدیلیوں کے نمایاں اثرات سندھی زبان پر اس لیے ماہرین نے قابل ذکر نہیں گردانے کہ انھیں محض شخصیات اور خاندانوں کی تبدیلی کے علاوہ کوئی قابل ذکر لسانی اثرات نظر نہیں آئے۔ تاہم کشمیری اور سندھی کے مابین وسیع مشترکہ لغات موجود ہیں۔

البتہ عرب سیاحوں، جغرافیہ دانوں، تذکرہ نویسوں اور مؤرخین کو سندھی زبان و ثقافت میں جو تبدیلیاں دیکھنے میں آئیں وہ اس وقت کی ہیں جب محمد بن قاسم کی سربراہی میں عربی لشکر نے سندھ فتح کیا، لیکن انھوں نے بھی مختصر مدت کے لیے فروغ اسلام اور اسلامی تعلیمات کو عام کرنے میں سابقہ طریقۂ تعلیم کو کارآمد گردان کر کچھ عرصے کے لیے جاری رہنے دیا تھا۔

راجہ ڈاھر کے دور حکومت میں ایک عرب سپہ سالار محمد علافی اپنے سرفروش سپاہیوں کے جتھے کے ہمراہ سندھ پہنچا، جس کی ذہانت اور قابلیت کو مد نظر رکھتے ہوئے حکومت نے اسے ذمہ داری سونپی اور اس کے بدلے میں اسے کچھ مراعات حاصل تھیں۔ یہ دستہ خشکی کے اسی راستے سے سندھ

(۱۲) عرب و ہند کے تعلقات ص ۱۵ پر اسے ''عرب مجرم'' لکھا گیا ہے۔

میں داخل ہوا تھا جس پر ماضی میں تجارتی قافلے چلتے تھے۔اس آزادانہ آمدورفت کی وجہ سے ہی سندھ سندھ اور عرب دنیا کے روابط کی صدیوں تک محیط تاریخ ملتی ہے۔بعد میں اسی راستے سے محمد بن قاسم کو فوجی کمک بھی روانہ کی گئی تھی، جب وہ سندھ پر حملہ آور ہوا تھا۔

اسی راستے پر بلوچستان میں پنجگور (پانچ قبریں) کیچ (قبروں کا شہر) اور تربت (قبر) کے مقامات مشہور ہیں۔ جن کے متعلق مشہور ہے کہ یہ مسلمان معتبرین کی قبریں ہیں، جنھیں آغاز اسلام کے وقت ذمہ داریاں سونپ کر سندھ کی طرف روانہ کیا گیا تھا۔اس سے اس بات کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے کہ آغاز اسلام یعنی حضور اکرم ﷺ کے دنوں میں ہی عرب سندھ کے ساتھ قریبی روابط رکھنے کے خواہاں تھے، لیکن کام کی تکمیل محمد بن قاسم کے ہاتھوں ہوئی جن کے طفیل ایک طرف سندھ میں عرب دور حکومت کا آغاز ہوا تو دوسری طرف اہل سندھ کو، جنوبی ایشیا کے بے دین لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی توفیق وسعادت ملی۔

سندھ پر تقریباً اڑھائی سو سال تک عربوں کی حکومت قائم رہی۔اس دوران عربی کا سندھی کے ساتھ براہ راست چار رخوں سے تعلق رہا۔(i) عربی حاکم زبان کے روپ میں سندھی کے قریب رہی۔(ii) عربی کا تعلیمی، تجارتی اور سیاسی سطحوں پر سندھی سے رابطہ رہا۔(iii) عربی دین اسلام اور قرآن مجید کی زبان کے ناطے سندھ کے اہل اسلام کے روزمرہ زندگی کا حصہ بنی۔ عرب علماء تو آئے ہی مختصر تعداد میں تھے اور ان میں سے بھی تھوڑی تعداد نے سندھ کو اپنا مستقل وطن بنایا۔ لہٰذا فروغ اسلام اور استحکام حکومت کے ساتھ ساتھ اسلامی علوم کو عام کرنے اور اسلام کا پیغام جنوب ایشیا تک پہنچانے کی ذمہ داری سندھ کے علماء کو نبھانی پڑی۔(iv) اس کام کے لیے قدم قدم پر دینی تعلیم کے مراکز قائم ہوئے اور سندھ کا گھر گھر، شہر شہر اور قریہ قریہ عربی، دینی اور اسلامی تعلیمات کا مرکز بن جانے سے اہل سندھ نہ صرف درس و تدریس کے دوران بلکہ کاروبار زندگی میں بھی عربی اور سندھی

ساتھ ساتھ بولنے لگے۔ سندھیوں کے لیے عربی، ان کی دوسری زبان کا درجہ رکھتی تھی۔ چنانچہ سندھی اور عربی کی سندھ میں ہر جگہ ایک ہی طرح سے استعمال ہونے لگا تھا۔

ان اڑھائی سو سالوں میں سندھی زبان پر عربی کے جو اثرات مرتب ہوئے ان کی مختصراً تفصیل درج ذیل دی جاتی ہے :

۱- عربوں نے سندھ فتح کرنے کے بعد یہاں ایک پختہ اور مستحکم نظام حکومت قائم کیا، جس کے پیش نظر پورے ملک میں آمد و رفت، تجارت، عدالت اور زراعت کے علاوہ لوگوں کی سماجی معاشی زندگی میں برابری و ہم آہنگی پیدا ہوئی۔

۲- اہل سندھ کی اکثریت نے اسلام قبول کرلیا اور باقی ماندہ آبادی بھی بڑی تعداد میں دائرہ اسلام میں داخل ہو رہی تھی۔ اسلامی عقائد کے باعث علمی زندگی میں یکسانیت آگئی جس نے پختہ سیاسی اور سماجی مرکزیت کو جنم دیا۔ نتیجے میں قبائلی ناہمواری میں کمی آئی اور شریعت کی پیروی سے قبائلی رسوم و رواج کی نابرابری کا خاتمہ شروع ہوا۔

۳- سندھ میں منصورہ کے علاوہ کئی بڑے اور چھوڑے نئے شہر آباد کرنے سے لوگوں میں مل جل کر رہنے کا احساس بڑھا اور لوگ رفتہ رفتہ خانہ بدوشانہ زندگی پر شہری ماحول کو ترجیح دینے لگے۔ چہل پہل میں اضافے نے تجارتی سہولیات کی طرف متوجہ کیا۔ خشکی اور آبی راستوں کو محفوظ بنایا گیا، جس سے تجارتی اور دیگر سرگرمیوں کی رفتار میں تیزی آئی۔

۵-ترقی کی رفتار تیز ہونے سے دور و نزدیک علاقوں کے فاصلے کم ہوئے اور لوگوں میں روابط بڑھے۔ روابط میں اضافے سے ملک کے مختلف حصوں میں رائج محاوروں اور لہجوں کے درمیان خود بخود ربط پیدا ہونے لگا، جس نے سندھی زبان کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا۔

۶- عرب انتظامیہ نے ملک کے مختلف شہروں میں عرب بستیاں قائم کیں جس سے عربوں

اور سندھیوں کے درمیان ملازمتوں، خرید و فروخت، ضروری اشیاء کی نقل و حمل، تحصیلِ علم اور دیگر معاشی و معاشرتی میل جول بڑھا، اجنبیت اور احساس محکومیت یا احساس حاکمیت تیزی سے کم ہوتا گیا۔ عربوں کو سندھ اچھا لگنے لگا اور بغداد سے بھی پروانہ جاری ہوا کہ "اب عربوں کو سندھ میں رہنا ہوگا۔" چنانچہ عربوں نے سندھ کو اپنا وطن بنالیا۔

۷- عربوں کی طرف سے سندھ کو اپنا دائمی وطن بنانے کے فیصلے کے بعد سیاسی، علمی، معاشی اور معاشرتی سرگرمیوں میں سکون پیدا ہوا، جس نے عربوں کے کئی ممتاز خاندانوں کو سندھیوں کے قریب کر دیا۔ اس قربت اور راہ و رسم نے ایک دوسرے کو سمجھنے میں آسانی پیدا کی اور عربوں کو اہل سندھ کی شرافت، مروت اور فراخدلی نے اس قدر متاثر کیا کہ انھوں نے باہمی رشتے داریاں شروع کر دیں۔

مستند اور انتہائی معتبر حوالوں کے مطابق حضرت علیؓ کے فرزند امام زین العابدین اور امام زید بن الحسین کی مائیں سندھی تھیں، علی اصغر بن زین العابدی، علی بن الحسین کی مائیں بھی سندھی تھیں، بنو امیہ کے مشہور جرنیل مہلب کے دونوں دلیر بیٹے یعنی مفضل اور عبدالملک ایک سندھی عورت کے بیٹے تھے جس کا نام بھلی تھا۔ بنو امیہ ہی کے آخری کمانڈر ان چیف یزید بن عمر بن ہبیرہ الغزاری ایک پری پیکر حسین سندھی عورت کے بیٹے تھے، جنھیں بعد میں قتل کیا گیا۔ (☆) اس سانحے پر ان کے ہم وطن عالم و فاضل اور عربوں کے نامور شاعر ابو عطا سندھی نے اس کے دردناک، ظالمانہ اور بہیمانہ قتل پر عربی میں ایک انتہائی پر تاثیر مرثیہ تخلیق کیا، جسے پوری دنیا میں بہت زیادہ شہرت ملی۔ اسے عربی ادب کی اعلیٰ تخلیق گردانتے ہوئے عربی کتابوں میں نقل کیا گیا۔

(☆) مزید مطالعے کے لیے دیکھیں ابن قتیبہ کی عربی کتاب، المعارف کا ص ۱۱۰، عرب و ہند کے تعلقات ص ۴۴، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کی تصنیف، سندھی بولی ئیں ادب جی مختصر تاریخ، ایضاً ص ۴۳ تا ۴۶

۸- ارکان اسلام پر عمل پیرا ہونے سے عملی زندگی میں شرعی پابندی کو لاگو کیا جانے لگا، جس سے لوگوں یا زبان کی نفسیات پر بھی اثر پڑا اور لوگوں کی بول چال میں تبدیلی نظر آئی۔

۹- سندھی لغات میں اضافہ ہوا اور کئی الفاظ، محاورے اور اصطلاحین سندھی سے عربی میں اور عربی سے سندھی میں شامل ہونا شروع ہوئیں۔

۱۰- لوگوں کے مزاج میں تبدیلی آئی اور انھوں نے نمایاں طور پر نام اسلامی طرز اور عربوں کی طرح رکھنا شروع کیے۔

۱۱- سندھ الف بے کی تربیت، صورت خطی اور صرف و نحو پر عربی کا اثر پڑنے لگا۔ سندھی زبان کی تعلیم کو عربی کے نظام تعلیم کے برابر لانے کے لیے سندھی حروف تہجی میں اضافہ کرنا ناگریز ہوا اور سندھی الف ب کی پٹی میں ث، ص، ح، خ، ع، غ، ض، ظ، ط، ف، اور ق سمیت عربی کے ۱۱ حروف کا اضافہ ہوا۔

۱۲- سندھ کے شہر منصورہ اور دیگر اہم مقامات پر سنسکرت میں تحریری کتابوں کے عربی اور سندھی میں تراجم کرائے گئے۔ ان کوششوں کے دوران سندھی الفاظ کے درست لکھنے اور صحیح تلفظ کرنے کی طرف بھی خاص توجہ دی گئی۔

۱۳- اس مرتبہ سندھی زبان کو عربی میں لکھنے کا رواج پڑا اور الفاظ کی درست ادائیگی کی خاطر اعرابیں دی جانے لگیں۔

۱۴- سندھی گرائمر کے اجزاء اور حصوں پر بھی عربی کا اثر غالب آنا شروع ہوا۔

۱۵- عربی کے بہت بڑے عالم فاضل اور شاعر ابو عطا سندھی، راوی اور مؤرخ ابو معشر سندھی اور منصورہ سندھ کے قاضی احمد بن محمد وغیرہ نے علمی فضیلت میں ایران و عراق میں بڑی شہرت حاصل کی۔ ان کے علاوہ عربی کی کئی مشہور کتابوں میں کئی سندھی محدثین مثلاً فرح السندی، ابو

فرح السندی، اور خلاد السندی کی طرح کئی سندھی الاصل علماء اور عرب الاصل علماء نے سندھی سے عربی میں اور عربی سے سندھی میں علمی، ادبی، درسی اور تدریسی کتب لکھیں۔ اس کوشش کے فروغ سے علم وادب میں بڑی مدد دی۔

۱۶-سندھ کی درسگاہوں میں عربی کے ساتھ سندھی اور سندھی کے ساتھ عربی پڑھنے اور پڑھانے کا رواج اس قدر عام تھا کہ غیر مسلم بھی بڑے شوق سے مذکورہ زبانیں سیکھتے اور پڑھتے تھے۔ اس بات نے لوگوں کے دلوں سے حاکم و محکوم، فاتح و مفتوح اور غالب و مغلوب وغیرہ کے احساس کو ہی ختم کر دیا۔

اہل علم سندھیوں نے عربوں کو سندھی اور اہل عرب نے سندھیوں کو عربی اور دینی علوم پڑھانے اور سکھانے میں جو فراخدلی دکھائی اس کے نتیجے میں بہت سارے عربوں نے بڑے شوق سے ندھی بولنے میں مہارت حاصل کرنے کے بعد عربی الف ب میں سندھی لکھنے کی کوششیں کیں۔ ں علم سندھیوں نے نہ صرف اس عمل میں معاونت کی بلکہ اس کام کی ہمت افزائی بھی کی۔ اس کے تیجے میں سندھیوں نے عربی کے حروف ز، ض، ذ اور ظ۔ آ اور ع، ث، س اور ص، ط اور ت کے ,میان فرق اس قدر کرنا سیکھ لیا کہ سندھی لغت میں داخل ہونے والے عربی الفاظ کی آویزش سے نے اور بولنے والے جملوں کو نمایاں اور لکھنے میں درست املا کے ساتھ واضح کر کے لکھتے تھے اور جہاں مروری ہوتا وہاں عربی عبارت کی طرح اعرابیں بھی دی جانے لگیں۔ (۳۰)

دوسرا لغوی فرق یہ پڑا کہ سندھی گرائمر میں پختگی پیدا ہوئی، جس کی وجہ سے فارسی خواندہ یا عربی جاننے والا کوئی شخص جب سندھی بولتا یا سندھی لکھتا تو گرائمر سندھی ہی کی استعمال ہوتی۔ مثلاً ہر وہ اسم جو آخر میں (ماسوائے چند مستثنیات یا Exceptions) زیر-، زبر- آ اور ای کی آواز پر ختم ہوتا ہے، وہ سندھی گرائمر کے مطابق مؤنث واحد ہے اور جب اسے جمع میں تبدیل کرنا ہو تو

سندھی گرائمر کے موجب اس کے "ساتھ اوں یا یوں" کا اضافہ کرنا ہوتا ہے۔

یہی صورت واحد مذکر کے لیے بھی ہے، یعنی چند مستثنیات کو چھوڑ کر اکثر الفاظ جو فارسی یا عربی لغات کا حصہ ہیں لیکن جب سندھی میں مروج ہوئے تو ان کی گرائمری حیثیت وہی ہوتی ہے جو سندھی گرائمر نے اجازت دی۔ مثلاً سندھی کے آخر میں جو لفظ پیش ـُ، اور یا اُو پر ختم ہوتا ہے تو وہ مذکر واحد کے طور پر لیا جاتا ہے اور اس کی جمع ایک خاص قاعدے کے مطابق ہوتی ہے۔ اس خلوص اور باہمی رواداری سے دونوں جانب بڑے بڑے جیّد علماء، فقہاء، شعراء، محدث، محقق اور مؤرخ وغیرہ پیدا ہوئے، جنھیں ان کی علمی فضیلت کی وجہ سے عربی کی انساب سمعانی، عجائب الھند، آثار البلاد، قزوینی، معجم البلدان، تقویم البلدان اور دیگر شہرۂ آفاق و مستند تصانیف میں جگہ ملی۔

ایک طرف ان ایام میں مطیع بن ایاس اور الصمۃ بن عبداللہ القشیری جیسی عظیم المرتبت علمی و ادبی شخصیات کا سندھ میں آنا ہوا جن سے سندھ کے اہم علماء کی ملاقاتیں ہوئیں تو دوسری طرف سندھ کی اعلیٰ علمی شخصیات مثلاً ابو عطا سندھی (وفات ۷۴۰ھ) عیاض سندھی، ابو الفتح سندھی، منصورہ سندھ کے قاضی احمد بن محمد، ابو ضلع سندھی اور کئی متعلوی (*) تتوی (**) اور دیبلی علماء کو عرب دنیا اور ایران میں اس قدر شہرت ملی کہ ان کے نام اب تک انتہائی تکریم سے لیے جاتے ہیں۔ ابو ضلع سندھی نے اس عرصے میں عربوں کے لئے اپنے وطن کی خوبیوں سے سرشار جو عربی نظم لکھی تھی وہ آج بھی عربی ادب میں ممتاز مقام رکھتی ہے۔

بزرگ بن شہریار کی مشہور تصنیف "عجائب الھند" کے ایک حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ سندھ میں مقیم ان علماء کی ہی یہ کوششیں تھیں جن کی وجہ سے دنیا میں پہلی مرتبہ کلام پاک کا ۲۷۰ھ

(*) سندھ کے عرب مورخین نے شہر ٹھٹہ کے مکین کو تتوی، جبکہ ٹھٹہ کو تہتہ اور تتۃ لکھا اور (**) منیاری کے رہنے والے کو متعلوی لکھا ہے۔

میں سندھی زبان میں ترجمہ ہوا۔ اس حوالے کو مولانا سید سلیمان ندوی نے بھی پیش کیا ہے، حوالے کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ :

کشمیر کا راجہ مہر وگ جس کی سلطنت کشمیر بالا (خود کشمیر) اور کشمیر زیریں (پنجاب) تک تھی اور جس کا دارالخلافہ الور (سندھ) تھا۔ اس نے منصورہ (سندھ) کے امیر عبداللہ بن عمر کو لکھ بھیجا کہ کسی ایسے شخص کو اس کے پاس بھیجا جائے جو ہندی (سندھی) میں اسے اسلام سمجھا سکے۔

منصورہ کے حکام نے سندھ میں مقیم اس عراقی عالم کو یہ کام سپرد کیا جو ذہین، سمجھدار، کئی زبانوں کا ماہر اور شاعر تھا۔ پہلے اس عالم نے ایک قصیدہ لکھ کر ارسال کیا، جسے پسند کیا گیا، پھر یہ عالم خود بھی راجہ کے پاس چلا گیا، جہاں تین سال میں قرآن پاک کا دیسی زبان میں ترجمہ کیا، راجہ یہ ترجمہ روزانہ سنتا تھا اور اس سے بے حد متاثر ہوتا تھا۔ (۳۱)

مجمل التواریخ والقصص کے مصنف نے بھی اہل سندھ کی علمیت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ایک جگہ پر سرزمین سندھ کے ایک بلند پایہ شاعر رجل سندھی کا تذکرہ کیا جس نے بغداد کے برمکی حاکم یحییٰ بن خالد کے دربار میں ان کی شان میں سندھی قصیدہ پیش کیا تھا۔ محققین کے نزدیک سندھی زبان کا یہ اولین قصیدہ ہے، جسے عربی عبارت میں خود عرب تذکرہ نویسوں نے تحریر کیا ہے۔ (۳۲)

سندھ میں ۹۳ھ ۷۱۲ء میں عربی دور حکومت کا آغاز ہوا اور مذکورہ ایک صدی بعد پیش ہوا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ایک صدی کے اندر اہل سندھ میں اس قدر صلاحیتیں پیدا ہو چکی تھیں کہ عربی شاعری کی صنف قصیدہ کو اپنے ادب کا حصہ بنا لیا اور یہ صنف شاعری اس پائے کی

(*) پورا نام شمس الدین محمد بن احمد بشاری مقدسی ان کا بیت المقدس سے تعلق ظاہر کرتا ہے، جہاں کے وہ رہنے والے تھے۔ احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم ان کی انتہائی اہم اور متبرک کتاب ہے۔ (مصنف)

ہو چکی تھی کہ اسے بغداد کے حاکم کے سامنے پڑھا گیا۔

۸۷۷ء میں سوپر اشٹر کے ایک اچاریہ ادوتن نے "کولیہ مالا" نامی کتاب لکھی جس میں اس نے سندھ اور اہل سندھ کے بارے میں بہت بڑا بیان لکھا ہے۔ وہ یہاں کے باشندوں کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "ہم نے ایسے سندھی شاعر بھی دیکھے جنھیں اپنے وطن پر اتنا ناز تھا کہ اس کی شان میں بڑی بڑی تعریفیں شعر میں کرتے تھے۔ انھیں رس بھرے گیت گانے کا بھی بڑا شوق تھا اور ان گیتوں میں وہ اپنے دیس کی خوبیاں بیان کرتے تھے۔"

مذکورہ بالا بیانات ثابت کرتے ہیں کہ جس سندھی زبان کو عربوں نے ۷۱۱ء میں سندھ پر فتح حاصل کرنے کے بعد مختلف طریقوں سے ذریعہ تعلیم و تصنیف پایا تھا اس میں عربی دور کے خاتمے تک جامعیت، ہمہ گیری اور کافی وسعت پیدا ہو چکی تھی۔ یہ زبان شروع سے عربی کے شانہ بشانہ رہی اور ترقی کرتے ہوئے بہت ساری عربی خصوصیات حاصل کیں۔ سندھ میں عربوں کا یہ دور حکومت ختم ہونے کے ساتھ ہی سندھ میں سندھی قبیلے سومرا کا راج شروع ہوا۔

سومرا حکمرانوں نے عربوں سے حکومت حاصل کرتے ہی پہلا کام سلطنت کی سرحدیں وسیع اور مستحکم کرنے کا کیا جس سے بیرونی حملے رک گئے اور لوگ ملکی تعمیر و ترقی کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ ایسے ہی حالات زبان اور علم و ادب کی ترقی میں مدد دیتے ہیں۔ خود حکمرانوں نے بھی ملکی ترقی کے لیے تعلیم کو عام کرنا چاہا۔ اس کام کے لیے علماء و فضلاء کو دعوت دی کہ عربی، فارسی یا چاہے سندھی میں تعلیم دی جائے۔ سرکاری سطح پر اگھم کوٹ، سیوھن، اروڑ (موجودہ روہڑی سندھ کا نواحی کا علاقہ) اور ملتان وغیرہ میں اعلیٰ پایہ کے اقامتی مدارس قائم کیے گئے جہاں مذکورہ تینوں زبانیں پڑھائی جاتیں اور دینی یا دنیاوی علوم سکھائے جاتے البتہ درباری زبان کا درجہ فارسی کو حاصل تھا۔ (۳۳)

جو بھی طلب علم سند لے کر فارغ ہوتا تو مذکورہ تینوں زبانوں میں تحریر، تقریر اور تبلیغ کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس آزادانہ پالیسی کے نتیجے میں سندھی کے لیے فارسی رسم الخط کی بنیاد پر اور عربی کے خط نسخ کے مطابق الف ب ترتیب دی گئی اور مختلف مدارس میں دونوں رسم الخط میں تعلیمی اور تدریسی کام سرانجام دیے جانے لگے۔

فاطمین مصر کے ساتھ سندھ کے اچھے خارجی تعلقات کی بنا پر مصر سے جو اسماعیلی مبلغ سندھ آئے، انھوں نے اسماعیل مکتب فکر کی تبلیغ کو آسان بنانے کی خاطر ہندی، سندھی، گجراتی اور سرائیکی ملاکر ایک میمنکی یا خواجکی تحریری انداز اختیار کیا۔ اس انداز میں ''گنان'' لکھنے کی غرض سے چالیس حروف پر مشتمل الف ب تیار کیا گیا۔ اس الف ب میں جو نصاب تیار ہوا اس میں پہاڑے، جدولیں، ریاضی، تاریخ، جغرافیہ، اسلامی تاریخ، اخلاقیات اور شعر و شاعری ابتدائی جماعت سے چھٹی تک پڑھائی جاتی تھی۔ (۳۴)

یہ اس بات کی گواہی ہے کہ سندھی زبان گیارہویں صدی عیسوی سے ذریعہ تعلیم و تدریس تھی اور تمام نصابی سرگرمیوں میں شامل تھی۔ ان مبلغین کے علاوہ تصوف کے مختلف مسالک مثلاً سہروردی، چشتی، قادری اور نقشبندی مکاتیب فکر نے بھی اپنی خانقاہیں اور تدریسی مراکز قائم کیے، جہاں وہ اپنے مسلک کو عام کرنے کے علاوہ لوگوں کو دعوت دین دینے کے لیے دن رات کام کرتے رہتے۔ انھوں نے بھی سندھی میں اپنا اپنا نصاب ترتیب دینے کو اہمیت دی۔

انھی دنوں ایران کے علاقے ''مرند'' کے حضرت عثمان مرندی کو اپنے مرشد سے سندھ آنے کا حکم ملا۔ وہ پہلے، سندھ کے اہم علاقے ملتان پہنچے، پھر مرشد کی رہنمائی میں سندھ کے دوسرے بڑے تاریخی شہر سیوہن پہنچے۔ یہاں آکر آپ نے قلندری مسلک کے مطابق اصلاح معاشرے کا کام شروع کیا۔ گو کہ وہ مادری زبان فارسی بولتے تھے اور تبلیغ دین بھی اس زبان میں کرتے

تھے، لیکن روح میں اترنے والی باتیں لوگوں کو ان کی طرف متوجہ کرتی رہیں اور خستہ حال، پسماندہ لوگ، پسے ہوئے اور درماندہ طبقے کو آپ کی کشش کھینچ لیتی تھی۔ چنانچہ مختصر عرصے میں آپ ہندو سندھ میں مقبول ہوگئے اور آپ کا آستانہ مظلوم، محروم اور بے آسرا لوگوں کے لیے ایک سایہ اور ہمدردی کا مرکز مشہور ہوا۔ لوگ آپ کو اپنے نام کی بجائے شہباز قلندر کے حوالے سے جانتے ہیں اور آج بھی آپ کے عقیدتمندوں کی تعداد شمار سے زیادہ ہے۔ سائل بن کر آنے والوں کو ملکی و مذہبی سرحدیں بھی نہیں روک سکتیں۔

سندھ میں یہ ان مختلف مکاتیب فکر علماء اور اہل اللہ کی تعلیم و دعوت دین کا کمال تھا کہ قلیل مدت میں نہ صرف سندھ کے لوگوں کی بڑی تعداد دین میں داخل ہوئی، بلکہ انھی کے قائم شدہ علمی مرکز اور تعلیمی یا تدریسی مدارس سے فارغ ہونے والے علماء کشمیر اور ہندوسندھ میں پھیل گئے اور اپنے اپنے حلقۂ اثر میں آنے والے غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کرتے رہے۔ چنانچہ ''برھانپور کے سندھی اولیاء'' جیسے تذکرے، ان علماء کی علمی ودینی سرگرمیوں کا پتہ دیتے ہیں، وہاں سندھی زبان کی خدمت کرنے کے متعلق معلومات بھی ملتی ہیں۔

سومرا دور حکومت کے بعد سمہ خاندان حکومت میں آیا۔ سمہ بھی بنیادی طور پر اسی مٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے ان کے خلاف کوئی زیادہ مزاحمت نہیں ہوئی اور نہ ملکی پالیسیوں میں کوئی نمایاں تبدیلی نظر آئی ہے۔ دینی خدمت، تعلیم عام اور سندھی عوام کو امن و انصاف مہیا کرنے کے علاوہ زبان وادب کی ترقی کو بدستور اولیت دی گئی۔

سومرا دور ۱۳۵۰ء میں ختم ہوا۔ یہ دونوں قبیلے عوام اور ملکی ترقی و خوشحالی کے لیے ہر وقت سرگرم رہے۔ بارانی اور بنجر زمین سندھ میں کافی تھی، للہذا اسے ''ڈیم'' (Dam) بنا کر ان سے نہریں نکال کر زمینیں آباد کرنے کی طرف خاص توجہ دی گئی۔ زمینوں کی آبادی اور نہروں کی کھدائی نے

معاشرتی اور معاشی زندگی کو خاصا تبدیل کیا۔ نئے نئے شہر تعمیر ہوئے اور خانہ بدوشی کی زندگی میں ٹھہراؤ آگیا۔

ان تبدیلیوں سے زبان پر بھی مثبت اثر پڑا۔ پہلے مویشیوں اور جھگیوں کی حفاظت کے لیے راتیں جاگنی پڑتی تھیں اور راتیں جاگنے کے لیے محفل (کچہری) مچائی جاتی، جہاں قصے، کہانیاں، داستانیں اور شعر و شاعری سنی اور سنائی جاتی، ادب آداب پر بات ہوتی اور عقل وذہانت کو پرکھا جاتا، مال مویشی کی اقسام، ان کی بیماریوں اور ان کی دیکھ بھال کے طور طریقوں کی باتیں ہوتیں، لیکن اب شہری ماحول میں آجانے سے شہری رہن سہن، کھانے پینے، لباس، تعلیم اور صحت کے متعلق باتیں ہوتیں یا زمینوں کی تقسیم، زمینوں کی درجہ بندی، موسم میں تبدیلی، بوائی اور کٹائی کے اوقات، غلہ صاف کرنے اور اسے محفوظ رکھنے، فصلوں، بچوں اور ان کی بیماریوں کے بارے میں گفتگو ہوتی، غرضیکہ پہلے فراغت کے دن زیادہ اور اب مصروفیت میں اضافے نے زندگی کو جو یکسر بدل دیا تو اس کی مناسبت سے رسم ورواج، بات چیت کے انداز اور ملنے ملانے کے طریقے بھی بدل گئے۔

معاشرتی زندگی کی اس تبدیلی کے باعث درس و تدریس کے نظام، نصاب اور تعلیمی سہولتوں میں فرق آیا اور سندھی زبان کو درباروں تک آنے میں آسانی ہوئی۔ نیز سندھی اس قابل بنی کہ فارسی اور عربی کتب کو سندھی مین منتقل کیا جانے لگا اور فقہی یا شرعی مسائل یا احادیث کو براہ راست سندھی میں لکھا جانے لگا، جس کی وجہ سے عام رواجی زندگی میں عربی و فارسی زبانوں کے الفاظ، دینی اور فقہی مسائل کے متعلق محاورے اور اصطلاحیں وغیرہ عام سندھی بول چال میں رائج ہوئیں۔

یہی وہ دن تھے جب سندھ میں سینکڑوں دینی اور دنیاوی علوم کے اقامتی مراکز قائم ہوئے اور علم وادب کا چرچا عام ہونے لگا جس نے عام رواجی زندگی کی بول چال کو تبدیل کردیا، چنانچہ نکاح، طلاق، نماز اور دیگر مسائل کو سندھی میں سمجھانے کا رواج عام ہوا اور کوئی ایسی جامع مسجد نہیں تھی،

جہاں جمعہ کا خطبہ سندھی میں نہ دیا جاتا ہے۔ یہ رواج اتنا پختہ ہوا کہ آج بھی سندھ میں عیدین، جمعات اور دینی اجتماعات میں تبلیغ یا تقریر کے ساتھ مواعظ اور خطبات سندھی میں ہوتے ہیں اور نکاح میں بھی خاص دعاؤں کے سوا باقی مواد سندھی میں ہوتا ہے۔

سمہ دور میں بھی محمود غزنوی نے سندھ پر حملہ کیا تھا، اگرچہ یہ حملے سندھی حکومت کو گرانے میں کامیاب نہیں ہوئے لیکن ان کے جلو میں آنے والے ہرات، سمرقند، قندھار، غزنی اور بخارا وغیرہ کے علماء نے سندھ کا راستہ دیکھ لیا۔

بعد میں افغانستان کی زمین سے نکالے گئے ارغونوں نے سندھ پر حملہ کیا اور تین نسلوں تک سندھ کے بعض علاقوں پر حکمران رہے۔ ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے دوسرے قبیلے ترخان نے بھی بظاہر ارغونوں پر لیکن حقیقت میں سندھ پر حملہ کیا اور ارغونوں کو مار بھگایا اور حکمران بن گئے۔ یوں دونوں قبائل کوئی ستر سال تک سندھ پر قابض رہے اور یہ تمام عرصہ اہل سندھ بے چین ہو کر مزاحمت کرتے رہے۔ سخت گیر اور تشدد آمیز نظام کے باعث خوف وہراس کی فضا اس قدر قائم ہوئی کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرتے خوف کھاتے تھے۔ ان حالات نے حساس لوگوں کو یہ ترغیب دی کہ انھوں نے ادب کے اندر ایک خفیہ انداز گفتگو کو رواج دیا اس سے ادب لطیف کی اس قدر ترقی ہوئی کہ ہنر، دوڑ، گجھارت، پرولی اور دیگر اصناف، سندھی ادب کی زینت بنیں۔

مذکورہ بالا دونوں قبیلے چونکہ فارسی بولتے تھے اور علاقے میں موجود مزاحمت کا مقابلہ کررہے تھے، اس لیے اپنی حمایت حاصل کرنے کے لیے کئی ایسے ایران اور افغانستان کے علماء کو دعوتیں دے کر بلایا، انھیں یہاں جاگیریں، تحفظ اور دیگر مراعات سے نوازا جو ان کی تائید میں تبلیغ کریں اور لوگوں کو مراعات و سہولتیں دے کر فارسی علوم پڑھائیں۔ ارغونوں اور ترخانوں کی ان سندھی مخالف کوششوں سے کچھ عرصے کے لیے سندھی زبان کی ترقی تو رک گئی، لیکن سندھی علماء

نے سندھی ادب، مشاہیر کے قصوں، سندھی ثقافت اور اہل سندھ کے متعلق فارسی میں معلومات مہیا کرنی شروع کیں۔ جس کے باعث فارسی جاننے والے وہ خطے جہاں سندھی زبان و ادب، سندھی ثقافت اور سرزمین سندھ کی تعریف اور تاریخ اب تک نہیں پہنچی تھی، وہاں فارسی کتب کے ذریعے پہنچی۔

سندھی انشاء پردازی کے بڑے ماہر قاضی قاضن کا اسی زمانے سے تعلق تھا، جنھوں نے سندھی میں بھی شاعری کی اور فارسی میں دین کے فروغ کے لیے لکھا ہے۔

دادو (سندھ) کے مخدوم بلاول شہید بھی اس عہد کے بہت بڑے عالم دین، محدث، مفسر، متشرح، فقیہہ، عارف اور صاحب کرامات تھے۔ آپ بھی ارغونوں کو غاصب اور قابض کہنے والوں میں تھے۔ یہ برصغیر کی تاریخ میں وہ زمانہ تھا جب شاہجہان کے فرزندوں کے درمیان اقتدار کی کشمکش شروع ہو چکی تھی، نیکوکار اورنگ زیب اپنے بھائی دارا شکوہ کے تعاقب میں تھا اور اعلیٰ تعلیم یافتہ دارا شکوہ، دارالپناہ کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ جہاں بھی سستانے کے لیے چند دن ٹھہرتا وہاں دن کے جاسوس اس کی خبر گیری کر دیتے۔

یہی دارا شکوہ، مخدوم بلاول کی عقیدت میں آپ کے حضور حاضر ہوا اور بیعت لی۔ اس عمل نے دلی کو خدشات میں مبتلا کیا اور مخدوم بلاول کے خلاف ٹھٹہ سندھ (جہاں مغل گورنر تھا) میں ایک سازش تیار ہوئی۔ سازش کے تحت "علماء" نے مذہب کی رو سے مخدوم صاحب کو "مجرم" قرار دیا اور انھیں "عبرتناک سزا دینے کی سفارش کی۔

چنانچہ مخدوم بلاول کو ہزاروں عقیدتمندوں اور احترام کرنے والے لاکھوں لوگوں کے سامنے تیل نکالنے والے کولھو میں زندہ ڈال کر بیل چلوائے گئے۔ چند سیکنڈوں کے اندر تیل کی جگہ سے مخدوم صاحب کا خون باہر آنے لگا۔ اس "کارروائی" نے وطن پرستی کو مزید جلا بخشی اور کئی غیر

جانبدار عالم و فاضل بھی تحریک کے حامی بن گئے۔ اس جوش اور جذبے نے زبان پر بھی اثر کیا۔ کئی پرجوش نعرے بنے اور نغمے تخلیق ہوئے۔ ''ھوجمالو'' کا مشہور گیت اسی رد عمل کی پیداوار ہے۔ ایسے بہت سارے الفاظ اور محاورے تخلیق ہوئے اور مذہبی نقطہ نظر سے بھی جدید سوچ سامنے آئی۔ مذکورہ روداد کے حامل مواد کو لازوال پذیرائی ملی۔

مخدوم بلاول کی شہادت کے رد عمل کو کچلنے کے لیے ''سن'' (دادو سندھ) میں فوجی چھاؤنی بنائی گئی جہاں کے سید ''حیدر شاہ'' جیسے جوان سال اور پرجوش رہنما نے ایک طرف تحریک کو مزید سرگرم بنادیا تو دوسری طرف زبان کو اس قدر کشادہ کیا کہ اس میں ہر قسم کے احساس، جذبے، کرب، کیفیت، غم، خوشی، پیار و نفرت، دہشت، وحشت، دلیری، دلبری، جان نثاری، جانبازی اور عجز و انکساری کا انتہائی موزوں اور مناسب الفاظ میں اظہار کیا جاسکتا تھا۔ یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے جب ''لوک گیت'' بھی ترتیب دیے جاتے ہیں اور اعلیٰ معیار کا ادب بھی تخلیق کیا جاسکتا ہے۔ اس عرصے میں مخدوم نوح اور شاہ کریم جیسے جید عالم اور صوفی شاعر نمایاں رہے۔ مخدوم نوح نے کلام پاک کا فارسی میں ترجمہ کیا، جبکہ شاہ کریم کے ابیات مشہور ہوئے، جنھیں بعد میں بیان العارفین کے نام سے شائع کرایا جاچکا ہے۔

البتہ ''شاہ جو رسالو'' قدرے بعد والے زمانے کی تخلیق ہے جس میں سندھی سماج کے انفرادی اور اجتماعی مزاج اور احساسات کو باکمال طریقے سے شاہ لطیف بھٹائی نے سمویا ہے۔ آپ کی اسی لاجواب اور انمول خدمت کے پیش نظر آپ کو سندھی زبان کا ''مسیحا'' کہا جاتا ہے۔

آپ کے معاصرین میں مخدوم ابوالحسن، مخدوم ضیاء الدین، مخدوم محمد ہاشم، شاہ عنایت شہید اور مخدوم محمد معین وغیرہ شامل ہیں، جنھوں نے تدریسی، تصانفی اور تعلیمی، تبلیغی اور تحریری طریقے پر سندھی زبان کو اپنے دور کے تقاضوں کی تکمیل کرنے کے قابل بنایا۔ یہ ان علماء کی کاوشوں کا

نتیجہ ہے کہ ارغون دور میں ہی ''بیان العارفین'' جیسی عظیم کتاب لکھی گئی اور کلھوڑا دور میں ''مقدمۃ الصلوٰت'' یا مخدوم ابوالحسن جی سندھی نام کی کتاب تصنیف ہوئی، بعد میں دیگر علماء بھی اپنے پیش رو اہل علم کی پیروی کرتے ہوئے نستعلیق اور نسخ رسم الخط میں سندھی لکھتے اور مختلف شعبوں میں مواد مہیا کرتے رہے۔ان تحریروں نے علماء کو مستقل طور پر سندھی لکھنے کی راہ دکھائی۔

جب اقتدار، کلھوڑا خاندان کے ہاتھ سے نکل کر تالپور میروں کے پاس آیا تو ایک بار پھر میروں نے فارسی کو شاہی درباروں میں اہمیت دی لیکن کئی میر صاحبان سندھی اور فارسی دونوں کے شاعر اور صاحب تصنیف بھی تھے۔اس لیے سندھی نہ صرف شاہی درباروں اور دفتروں میں موجود رہی ،بلکہ سماجی اور تعلیمی و تدریسی حیثیت پر بھی بر قرار رہی۔

جب میر تالپوروں سے حکومت انگریزوں نے چھینی اور سندھ پر قابض ہوئے تو خود ان کی یادداشتوں اور دیگر تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ انھیں سندھی سب سے زیادہ مایہ دار اور مالدار نظر آئی۔رچرڈ برٹن (Richard Burton) نے اس سلسلے میں لکھا ہے''جب میجر جنرل وانس کینڈی (Major General Vans Kennedy) کو سندھی زبان میں امتحان پاس کرنے کے لیے کہا گیا تو اس نے جو جواب دیا اس کے متعلق (۳۵) ڈاکٹر شمل کا خیال ہے کہ ''اس جواب سے صاحب اقتدار انگریز نے یہ رائے اخذ کی کہ سندھی، گرائمر کے لحاظ سے اگرچہ کافی مالدار ہے لیکن ادبی اعتبار سے پختہ نہیں اور اگر ہے تو بے توجہی کا شکار رہتی ہے۔''(۳۶)

ایک اور جرمن سکالر ڈاکٹر ارنیسٹ ٹرومپ (Ernest-Trump) لکھتے ہیں کہ ''ہندوستانی زبانوں میں سے جو بھی سنسکرت سے تعلق رکھتی ہیں ،ان میں سندھی، سیاسی مفاد کے پیش نظر سب سے زیادہ غفلت کا شکار رہی ہے۔''........ وہ مزید لکھتے ہیں کہ ''سندھی ازل سے لے کر ہندوستان کی مقامی زبانوں میں سب سے زیادہ نفرت و حقارت کے قابل بنتی رہتی ہے۔''........

نیز وہ لکھتے ہیں کہ "........ حد تو یہ ہے کہ پراکرت زبانوں کے قدیم گرائمر نویسوں نے بھی بھول کر یہ تک نہیں سوچا کہ اس ضمن میں سندھی بھی کوئی قابل ذکر زبان ہے۔"(۳۷)

تاہم سندھی نے انگریزوں کو خصوصیات اور مذہبی، لسانی، ادبی یا لغوی سرمائے کی بنیاد پر اپنی طرف متوجہ کیا اور ان خوبیوں کو دیکھتے ہوئے انھوں نے تسلیم کیا کہ "ہندوستان کی مقامی زبانوں میں سے کسی کے پاس اتنا ادب، قدیم اور اصلاً اپنا سرمایہ موجود نہیں جتنا سندھی زبان کے پاس ہے۔"(۳۸)

ماضی کی تقریباً ۸ صدیوں کے دوران فارسی کا گاہے بگاہے اعلیٰ حیثیت پر فائز رہنے سے یہ یقین کر لیا گیا تھا کہ "فارسی گھوڑے چاڑھ سی" (فارسی ہی اقتدار کا زینہ ہے) تاہم شاہ عبداللطیف بھٹائی نے واشگاف یہ اعلان کیا کہ "جو فارسی سکھیو، سو گولن سندو غلام" (جس نے فارسی پر تکیہ کیا وہ غلاموں کا بھی غلام ہو کر رہ گیا) اس کے بعد جا کر یہ روش بدلی اور لوگوں نے احساس کمتری سے نکل کر نئے جوش اور ولولے سے اپنی زبان کی ترقی میں پھر سے دلچسپی لینی شروع کی۔

اس تبدیلی کے کارکن ہی سب سے پہلے شعری مزاج میں قابل نظر فرق آیا۔ پہلے شاعری، فارسی میزان کے مطابق مخصوص بحر وزن اور علم عروض کی پابند تھی جبکہ شاہ بھٹائی کی شاعری کی مقبولیت دیکھتے ہوئے دیگر شعراء نے بھی شاعری میں "چھند" کے اصول اختیار کیے جو خالصتاً سندھی شاعری کے اپنے اور اس کے اپنے مزاج کے مطابق تھے۔

دوسری بڑی تبدیلی یہ آئی کہ پہلے جو ایرانی علامات، اشارے، کنائے، تشبیہات، استعارے، محاورے، ردیف اور قافیے استعمال ہوتے تھے، وہ بھی مکمل طور پر سندھی کے اور اپنے مقامی مزاج کے مطابق قابل فہم استعمال ہونے لگے۔

تیسری تبدیلی یہ آئی کہ جن شعری اصناف کا تعلق خالصتاً ایرانی ثقافت و ادب سے تھا وہ

تبدیل ہو کر مقامی رنگ میں ڈھل گیا اور اگر اصناف وہی رہیں تو بھی ان کے اندر مفہوم و مقصد خالصتاً سندھی سمویا جانے لگا۔

نہ صرف شعری اور ادبی سطح پر بلکہ علماء، اکابرین اور دانشوروں کی ہی کوششوں کے طفیل جو انتہائی معیاری تصانیف، تعلیمی تدریسی اور علمی نصاب میں شامل ہوئیں، ان میں جہاں اسلامی تشخص کا خیال رکھا گیا وہاں معاشرتی آداب اور ثقافتی و اخلاقیاتی پہلو بھی پیش نظر رکھے گئے۔ مذکورہ نصابی کتب میں درج ذیل تصانیف قابل ذکر ہیں :

نور نامو، وصیت نامو، معراج نامو، تفسیر تبارک، تفسیر عم، تہذیب الاصلاح، حیات القلوب اور سوانحات کے علاوہ ممتاز شخصیات کے اقوال و اعمال، صحابہ کرام کے تذکرے اور حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ، ولادت سعادت اور سیرت پاک کے علاوہ ایک اور کتاب پڑھائی جاتی تھی جس کا نام سؤ مسئلا تھا۔ (۳۹)

آخر الذکر کتاب مزاجاً ذہنی تروات اور تفریح طبع کا مواد مہیا کرتی تھی لیکن اس کے پڑھنے سے نشست و برخواست کے ادب و آداب سکھائے جاتے تھے۔

مذکورہ تمام مواد جس رسم الخط سے لکھا اور پڑھایا جاتا تھا اسے نسخی (Nasakhi) کہا جاتا تھا اور جس کے بانی ٹھٹہ سندھ کے ایک ممتاز عالم مخدوم ابوالحسن تھے، ان دنوں کوئی بھی رسم الخط اپنے ترتیب دینے والے کے نام کی "سندھی" کہلواتا تھا، چنانچہ خط کو بھی "ابوالحسن جی سندھی" کہا جاتا تھا۔ اس طرح کی کچھ اور "سندھی" بھی رائج تھی لیکن سب پر ابوالحسن جی سندھی کو سبقت حاصل تھی۔

مذکورہ اوصاف لیے جب سندھی زبان تالپور دور حکومت میں داخل ہوئی تو ہر مرحلے کی تدریس اور تعلیم کا ذریعہ بننے کی صلاحیت ثابت کرنے کے علاوہ عدالتی پیروی، وکالت، گواہی اور جرح وغیرہ کی ضرورت بھی پوری کر رہی تھی۔ اگرچہ سرکاری طور پر یہ حیثیت فارسی کو حاصل تھی، لیکن

بہت سارے محاورے، اصطلاحیں اور لغت سندھی کے ہی استعمال ہوتے رہے۔ (۴۰) جہاں تک کاروبار کا تعلق ہے تو تاریخ گواہ ہے کہ ''عرب دور شروع ہونے سے پہلے سندھ کے جو ساحلی شہر تھے وہ کاروباری مراکز تھے یا تجارتی منڈیاں تھیں، وہاں اہل سندھ کو ہی اہمیت حاصل تھی۔ ان کا اپنا ناپ تول کا نظام جاری تھا جو کہ بابل اور نینوا سے بھی پہلے کا تھا۔ (۴۱) ان کے پاس گنتی ۹ تک استعمال میں تھی اور صفر کا استعمال بھی جانتے تھے۔ اسی طرح دہائیوں کے استعمال سے باخبر تھے اور سینکڑہ روزمرہ زندگی میں رائج تھا۔ (۴۲)

یہ باتیں ثابت کرنے کے لیے کافی تھیں کہ وادیٔ سندھ میں بسنے والے لوگ ما قبل از تاریخ، تجارت اور کاروبار اپنے ناپ تول اور مروجہ گنتی کے نظام کے تحت ہر سر انجام دیتے تھے۔ جس کا رواج انگریزوں کی سندھ میں آمد کے وقت بھی جاری تھا۔

بیوپاری کو سندھی میں ''ونجار'' جبکہ بیوپار کو ''ونج'' کہا جاتا ہے اور بدیسی تاجر کے لیے ''ستھاوا'' اور حصہ دار کو تاونجارو، بڑے تاجر کو مھاونجار اور خود تجارت کنندہ کو سیری ونجارو کے الفاظ آج بھی مروج ہیں۔

ان تاجروں کو ملکی سرحدوں پر مال لے آنے کے لیے ''محصول'' اور لے جانے کے لیے ''راہداری'' کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ سندھی زبان میں ان دنوں بھی محصول کی رسید اور راہداری دینے کی مخصوص عبارت رائج تھی۔

ازانسوائے ملکی حکمران درآمدی یا برآمدی کاروبار کرنے والوں کو تجارت کی جز وقتی یا کل وقتی تجارت کی اجازت دیتے ہیں اسے ''پروانو'' کہا جاتا ہے اور دونوں طرح کے پروانے لکھنے کی ایک مخصوص عبارت ہے۔ انگریزوں نے آتے ہی یہ دونوں پروانے سندھی میں لکھے ہوئے دیکھے جو کہ خصوصاً مویشیوں، مصالحہ جات یا کپڑے کی تجارت کرنے والوں کو دیے جاتے تھے راہداری لکھنے،

پروانے جاری کرنے یا رسید دینے کی ایک خاص عبارت تھی جس کا نظام قیام پاکستان کے بعد ۱۹۶۰ء کے عشرے تک برقرار رہا۔

تاجر، اپنے نمائندے مقرر کرتے ہیں، جنھیں گماشتہ کہا جاتا ہے اور گماشتوں کو چیزوں کے جو نرخ لکھ کر بھیجے جاتے ہیں، انہیں آج بھی اگھوتری کہا جاتا ہے اور آج بھی اخباروں میں یہ باقاعدہ استعمال میں ہے۔

اس طرح بیرون ملک میں جو تجارتی مراکز قائم ہوتے ہیں انھیں "کوٹھی" کہتے ہیں۔ اس "کوٹھی" پر کام کرنے والا گماشتہ، اپنی تجارتی برادری سے مخصوص محاورات پر بات کرتا اور عبارت کو تحریر کرتا ہے جو کہ سندھی کا ایک انمول لغوی ذخیرہ ہے۔ مثلاً Capotal Amount کو "موڑی" اور معہ سود کی رقم کو "راس" اور گماشتے اور "سیٹھ" کے درمیان کاروبار چلانے کا جو اقرار نامہ ہوتا ہے اسے "متو" اور اگر کوئی گماشتہ محض کارخانہ یا صنعت چلانے پر مامور ہو تو اسے "منیب" کہا جاتا اور سٹاک (Stock) کو "آدتو" اور بیرونی شہر سے خریدے گئے سامان کو "بھلاونو" خریداری کے لئے دی جانے والی کمیشن کو "بھلاون" اور یادداشت والی کتاب کو "ججک" کہا جاتا تھا۔ ہر قسم کے اندراج کی ایک مخصوص عبارت ہوتی تھی اور ہر تاجر یا کاروباری شخص اس عبارت سے واقف ہوتا تھا۔ اس طرح کی عبارت کے نمونے، کتب اور سرگرمیاں نہ صرف انگریزوں نے مروج دیکھیں بلکہ پاکستان میں ابتدائی دس بارہ سالوں تک سندھ میں ہر کوئی جانتا اور استعمال کرتا تھا۔ علاوہ ازیں اس مضمون کی کتابیں لازمی نصاب میں شامل تھیں۔

بزنس یا کاروبار میں بک کیپنگ (Book Keeping) ایک فن ہے اور یہ کام وہی کر سکتا ہے جس نے یہ فن دیکھا ہوتا ہے۔ سندھی کے نصاب میں "ڈھی حساب" کے نام سے ایک مضمون تھا جو میٹرک کے مساوی کلاس (Final یا VII Standard) کے لئے ہوتا تھا۔ کاروباری لوگ اسی

کے مطابق کتابیں استعمال کرتے تھے جو کہ درج ذیل ہیں: (اول) کچا کاغذ (دوئم) پکا کاغذ، یہ دونوں "کاغذ" جن کتابوں پر مشتمل تھے، وہ یہ تھے: آگت کھرڑو، نائیں جب کھرڑو کچو روکڑ روزمیل روکڑ جو کھاتو اودھر جو کھاتو پوتا میل کچوروزنامچو پکوروزنامچو ہنڈین جی نوندھ جنس میل میل کپڑے جو نوندھ آمدنی نوندھ روانگی اوگڑ (وصولی) وغیرہ۔(۴۳)

ان تمام کتابوں میں اندراج کے لیے مخصوص محاورے اور خاص عبارت استعمال ہوتی تھی، اسے آج بھی اہل سندھ دیہاتی زندگی میں رائج رکھے ہوئے ہیں۔ "تتراک" ایسا ہی ایک محاورہ ہے جس کا مطلب کاروبار کا ریکارڈ رکھنا ہے۔ یہ اور اس طرح کے محاورے اور ان کا استعمال اب، انگریزی سے بدلتا جارہا ہے۔

سندھ میں اس وقت بھی اس طرح کا ایک نظام لین دین کے لئے استعمال میں لاتے تھے جس وقت بنکوں کا وجود ہی نہ تھا اور نہ اتنے بنک موجود تھے، آج کل بینکوں میں جو اصطلاحیں اور محاورے رائج ہیں، مثلاً چیک کراسڈ چیک بیئرر چیک ڈرافٹ اوورڈرافٹ رقم جمع کرانے یا چیک جمع کرانے کے سلپ رسیدیں پے آرڈر اور دوسری اس طرح کی چیزیں نہ صرف سندھی اصطلاحوں اور عبارت میں موجود تھیں بلکہ بیرون ملک رقم بھیجنے یا باہر سے ملک کے اندر رقم یا ڈرافٹ بھیجنے کا بھی ایک مہذب طریقہ استعمال ہوتا تھا۔

جب سر چارلس نیپئر (Sir Charles Napier) نے 1843ء میں سندھ پر قبضہ کیا تو اس وقت دو طرح کے اہم رسم الخط اسکولوں میں رائج تھے۔ بقول ایلس اسسٹنٹ کمشنر سندھ ۲۳ اسکولوں میں خداوادی (Khudawadee) رسم الخط ہوتا تھا، جہاں آٹھ سو کے لگ بھگ طالب علم خداوادی سندھی (Khudawadee Sinddhee) پڑھتے تھے جبکہ ایک اور عربی فارسی

(Perso-Arabic) خط نسخ (Naskhai) کے تقریباً چھ سو اسکولوں میں ۶۵۰۰ طالب علم پڑھائی میں مصروف تھے۔ (۴۴)

سندھ میں سرگرم انھی دنوں کے انگریز جاسوس اور فوجی افسر (R. Burton) برٹن نے بتایا کہ "یہاں باقاعدہ تعلیمی نظام رائج ہے جہاں بچوں کو تقریباً ۹ سال کی عمر میں مادری زبان کے ذریعے تعلیم دینے کا رواج ہے۔" ان کا کہنا تھا کہ "جنوب ایشیاء میں یہ واحد خطہ ہے جہاں مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا ہوا ہے۔ (۴۵) اور بچوں کو یہ تعلیم مادری زبان میں لکھی کتابوں کے وسیلے سے دی جاتی ہے۔" لیکن جب 1847ء میں سندھ کے کمشنر پرنگل (R.K. Pringle) سے سندھی زبان کو ذریعہ تعلیم اور سرکاری زبان کی حیثیت دینے کے متعلق رائے دینے کے لیے کہا گیا تو سندھی میں اتنی واضح خصوصیات دیکھنے کے باوجود انھوں نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ "مجھے نہیں یقین کہ، یہ زبان کاروبار کے لئے کہاں تک مفید ہوگی اور نہ ہی مجھے یہ معلوم کرنے کا کوئی موقع ملا۔" (۴۶)

لیکن جب انگریز افسروں کی اکثریت نے سندھی زبان کو ابتدائی سطح سے سرکاری زبان کی حیثیت دینے کی پرزور تائید میں لکاتب سر جارجک کلرک (Sir georg clerk) نے یہ نوٹ لکھا: "ہمیں مقامی زبان سندھی (Sindhee) کو ہی سرکاری زبان (Official Language) بنانا چاہیے نہ معلوم ہمارے ریونیو اور عدالتی شعبوں کے افسر، فارسی یا انگریزی جیسی غیر ملکی زبانوں میں کیسے مؤثر طور پر کام کر سکتے ہیں۔ اس ضمن میں تمام افسروں کو سندھی زبان سیکھنے کے لیے اٹھارہ مہینے کا وقت دینا چاہیے اور اس دوران انھیں سندھی زبان (لکھنے، پڑھنے اور بولنے) کا امتحان پاس کر لینا چاہیے۔ (۴۷) ایسے افسروں کے لئے جارج سٹیک (Cap. George Stack) کی مرتب کی ہوئی ڈکشنری (سندھی-انگریزی) اور انگریزی سندھی کافی مددگار ثابت ہوگی جس کی اشاعت کی بھی اجازت دی جائے۔ (۴۸)

اس کے بعد بامبے سرکار نے سرکیولر نمبر ۱۸۲۵ مورخہ ۲ ستمبر ۱۸۵۱ء جاری کرتے ہوئے افسروں کو سندھی بول چال اور لکھنے پڑھنے کا پابند کیا کہ انھیں ایسا امتحان پاس کرنا چاہیے۔ (۴۹) اس سلسلے میں فیصلہ کیا گیا کہ ''مخدوم ابوالحسن جی سندھی'' (خط نسخ) میں ترمیم کر کے اس قابل بنایا جائے کہ وہ ''معیاری رسم الخط'' بن سکے۔ اس تجویز کی بامبے کے گورنر لارڈ فاک لینڈ (Lord falk land) نے بھی اس لیے تائید کی کہ اس رسم الخط کی بنیاد، سندھی زبان کی خالص اپنی، مروجہ معروف (Because of its indigenousness) اور مقبول رسم الخط پر رکھی گئی تھی۔ (۵۰) جسے صدیوں سے ملکی ادب میں استعمال کیا جاتا رہا، تمام تعلیم یافتہ اس سے واقف تھے، لکھتے اور پڑھتے تھے، البتہ سندھی ہندو ''عاملوں'' کی تھوڑی سی تعداد یہ پڑھ نہیں سکتی تھی انھیں سکھانے میں تھوڑا وقت لگ جائے گا۔ (۵۱) اس کے باوجود معیاری سندھی رسم الخط کی بنیاد الف ب کی فہرست جولائی ۱۸۵۳ء میں جاری کردی گئی جس میں ۵۲ حروف شامل ہیں۔

اس طرح کوئی پیچیدگی نظر نہ آئی تو انتظامیہ نے ایک حکمنامہ جاری کر کے معیاری رسم الخط نافذ کردیا۔ (۵۲) اور اسے تمام سرکاری و نجی اداروں میں مع تعلیمی و تدریسی، اطلاعاتی، وصولیاتی نظاموں، نشریاتی اور عدالتی وغیرہ اداروں میں لازمی استعمال کرنے کے لئے الگ سے احکامات دیے گئے۔

سرکاری حیثیت تسلیم ہو جانے اور لازمی ذریعہ تعلیم بن جانے سے ''سندھی پریس'' کا آغاز ہوا۔ پریس کے کام شروع کرتے ہی اشاعتی مرکز کھل گئے اور بک سیلرز منظر عام پر آگئے۔ ان مربوط کوششوں کے طفیل دس سالوں کے اندر وسیع پیمانے پر کتابیں، رسالے اور اخباریں لاہور، بامبے اور دلی کے علاوہ سندھ کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں فروخت ہوتی نظر آئیں، ان ایام میں فارسی اور انگریزی کو چھوڑ کر صرف سندھی کے ۹۰ کے قریب اخبار اور اتنی ہی تعداد میں رسالے سندھ کے مختلف

شہروں سے جاری ہوتے تھے۔

اولیت کے اعتبار سے نصابی کتب کی تیاری اور اشاعت کو ترجیح حاصل تھی۔ چنانچہ اسکولوں اور کالجوں کی نصابی سرگرمیوں کی تکمیل کی گئی اور غیر نصابی اور انتظامی امور چلانے کے لئے ضروری سرٹیفکیٹس، سرکلر، نوٹس، فائلیں، ہر قسم کے رجسٹر، رسیدیں، واؤچر اور دیگر ضروری سٹیشنریز کی اشاعت اور دستیابی آسان بنائی گئی۔ اس مرحلے پر اہم اصطلاحات اور محاوروں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے آکسفورڈ ڈکشنری اور دفتری، سائنسی وفنی اصطلاحوں پر مشتمل مواد بھی چھاپ لیا گیا، جس نے سندھی زبان کا ہر سطح پر اور ہر شعبے میں نفاذ مزید آسان کر دیا۔ (۵۳)

جب عدالتی ریکارڈ اور عدالتی کارروائی میں سندھی استعمال کرنے کی نوبت آئی تو بڑی آسانی سے سندھی نے اپنی یہ حیثیت منوائی اور ہر قسم، ہر مرحلے اور ہر کام کے لئے طرز تحریر، محاورے اور اصطلاحیں ترتیب دی گئیں اور ۴۳۷ قوانین پر مشتمل سندھی زبان میں کتاب شائع کر لی گئی۔ (۵۴) جس نے وکلاء، ججوں، پولیس اور دیگر واسطیدار محکموں کی سرگرمیوں میں سہولت پیدا کی۔ اسی زمانے ۱۸۷۲ء میں انڈین کانٹریکیٹ ایکٹ Indian contract act اور انڈین پینل کوڈ Indian panel code جیسی اہم اور ضخیم قانونی کتابیں بھی سندھی میں لائی گئیں۔ (۵۵) عدالتی فیصلے تو مدتوں پہلے سندھی میں لکھے جا رہے تھے۔

ساتھ ہی ریونیو ریکارڈ کو ابتداء سے لے کر اعلیٰ اختیاراتی فیصلوں کی سطح تک سندھی میں عبارت کرنے کا کام بھی بڑی سرعت سے ہو گیا۔ چنانچہ پٹواری کے ریکارڈ سے لے کر ریونیو آفیسر اور لینڈ کمشنر تک ہر قسم کی تحریر میں ہونے لگی۔

یہی حال میڈیکل سائنس اور انجینیرنگ کے شعبوں کا ہے۔ ہر شعبے کے تقاضوں کے مطابق برمحل، تیز، حتمی اور قابل استعمال اصطلاحیں آج بھی سندھی میں رائج ہیں، اگرچہ ساٹھ کے عشرے

کے بعد رفتہ رفتہ کئی حکومتی احکامات کے ذریعہ سندھی لغات، اصطلاحوں اور محاوروں کا استعمال محدود سے محدود تر کرنے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں۔

جس زبان میں جغرافیہ، جیومیٹری کی تھیرم، پرابلمس، ریاضی کے اصول، پہاڑے، جدولیں اور الجبرا سمیت ہر نصابی چیز کے لیے مناسب اور موزوں محاورے موجود ہوں اس کے لیے مروجہ قدیم اور جدید علوم کی تدریس اور محاوروں کی ترسیل کوئی مشکل کام نہیں ہوتا۔ چنانچہ انگریزوں کے ابتدائی ۲۵ سالوں کے اندر سندھی دوبارہ ہر سطح پر رائج ہو گئی۔

مذکورہ مدت کے دوران اشاعت پذیر مواد کا جائزہ لیا جائے تو وہاں گانے بجانے، راگداری، راگنیوں اور راگوں، ناچ، ساز بجانے، موسیقی سکھانے، ڈرامہ کے فن اور فن لطیف کے دیگر اہم رخوں مثلاً مصوری، مجسمہ سازی، خوشخطی اور ڈرائنگ وغیرہ کے متعلق تربیت دینے اور تربیت حاصل کرنے کے ہر دو پہلوؤں پر لکھنے کے شوق سے سرشار سندھی قلم کار اور اہل فن بیسویں صدی میں داخل ہوتے ہیں۔

بیسویں صدی کے آغاز ہی میں عالمی افق پر پہلی عظیم جنگ کے امکانات روشن ہونا شروع ہوئے۔ یہ اثر برا عظم اور برصغیر کی سیاست کے علاوہ معاشی اور معاشرتی سرگرمیوں پر بھی نمایاں ہوا اور سندھ یا سندھی سماج مذکورہ اثرات سے نہ بچ سکا۔ ان اثرات نے نئے تصورات، نئے خیالات، نئی تحقیق، نئے موضوع اور نئے علوم کو جنم دیا جس سے فنی، سائنسی اور تکنیکی تبدیلیاں رونما ہوئیں، جن کی وجہ سے لوگوں نے بڑے پیمانے پر نئے نئے مباحث و موضوعات پڑھنے اور سننے میں زیادہ دلچسپی لینی شروع کی۔

سندھی نے اپنے بولنے اور پڑھنے والوں کو اس مرحلے پر سرخرو کیا اور انھوں نے ہر قسم کی عبارت لکھنے کے لیے سندھی کو ہمہ وقت ایستادہ پایا۔

مذکورہ دور کی اقتصادی تبدیلی نے معاشرتی تبدیلی کو دستک دی تو وہاں سے نئے حالات کی مناسبت سے اخباریں اور رسالے قارئین کی پسند کے مطابق مواد شائع کرتے نظر آتے ہیں۔

جب عالمی سیاست کے انداز بدلے اور اخباروں، جریدوں اور کتابوں کے ذریعے سندھی قارئین تک یہ بدلے ہوئے انداز پہنچے، تو یہاں کی سیاست کے کہنہ برج بھی خود بخود گر گئے ان کی جگہ نئے تصورات اور نئی سوچ امڈ آئی جن کے اثر خلافت تحریک، ریشمی رومال تحریک، ہجرت تحریک، ترک موالات تحریک انڈیا چھوڑ تحریک، ستیاگرہ ہلچل، سندھ کی بامبے سے علیحدگی اور مسلم لیگ جیسی، مسلمانوں کی سیاسی جماعت کا سندھ میں قیام عمل میں آیا۔ اعلیٰ سیاست میں سب سے زیادہ فعال کردار کی ادائیگی کا سبب یہ تھا کہ سندھ کے دینی پیشوا، سیاسی رہنما، سماجی مصلح، صاحب علم و قلم اور صاحب کلام، سندھی میں لکھتے اور اپنے عوام سے براہ راست رابطہ رکھتے تھے۔ تقریر اور واعظ سندھی میں ہونے کی وجہ سے عوام کے دل و دماغ پر گہرے اثرات مرتب کرتے۔

یہ اس زبان کی وسعت و کشادگی کا کمال ہے کہ اہل قلم و کلام جس طرح کا اظہار کرنا چاہتے تھے، زبان ہمیشہ ان کا اسی طرح بھرپور ساتھ دیتی رہی۔ مقرر اور واعظ، مبلغ یا صاحب دانش جس انداز میں عوام سے خطاب کرتا یا مخاطب ہونا چاہتا تھا، زبان اسی طرح کے الفاظ محاورے، اصطلاحیں اور استعاروں کے انبار لا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقرر یا قلم کار شعلہ بیانی، جوش و ولولہ، دلیل و دلائل، توضیح و تشریح کا انداز اختیار کرے یا صبر و تحمل، پیار محبت، ہمدردی و ہم آہنگی کا درس دے، عوام اس طرح کا رد عمل ظاہر کرتے ہیں۔

چنانچہ اہل سندھ سے ماضی میں ان کی زبان میں، ثقافت، وطن اور دین کے نام پر جان و مال، وسائل، شہر گھر املاک، اداروں، تاریخ، تعلیم اور اس طرح کی کوئی بھی قربانی دینے کے لیے کہا گیا یا تاریخ میں سب سے زیادہ تعداد میں لوگوں کو اپنی زمین پر آباد کرنے کے لیے کہا گیا تو بلا کسی سوال و

جواب لڑنے کے انھوں نے اپنے قائدین کا کہامان لیا۔ یہی اس زبان کا کمال ہے۔

سندھی بولنے والے ہمیشہ سے مذہبی طور پر جنون کی حد تک دین اور وطن سے وفادار رہے ہیں اور مل جل کر وقت گزارنے کے اصول پر کاربند رہے ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ آج کئی زبانیں سندھ میں بولی جاتی ہیں۔ یہ اس بات کی گواہی ہے کہ ان لوگوں نے ہمیشہ اپنے دینی پیشواؤں، سیاسی قائدین، مبلغین، اہل تصوف اور اہل اللہ کے دیے گئے درس پر عمل کیا اور ہر دکھی انسان کو سکھ، ہر بھوکے کو روٹی اور ہر بے سایہ کو سایہ، اپنے حصے سے ہی مہیا کیا۔ ان کے حقوق کا اپنے سے زیادہ خیال رکھا اور ہر انسان کو اپنا بھائی سمجھ کر اس کی مشکل آسان کرنے میں مدد کی۔

ان لوگوں کے اس جذبے سے قائداعظم بھی باخبر تھے اور مستقبل کی سیاست میں ان لوگوں کو بھرپور شامل کرنے کے لیے آپ نے اپنے چودہ نکات میں سندھ کو بامبے سے علیحدہ کرنا بھی شامل کیا تھا۔ آپ کے ساتھی سر ہدایت اللہ نے جب سندھی مسلمانوں کی ۳۱-۱۹۳۰ء کی انڈیا گول میز کانفرنس میں نمائندگی کی تو واشگاف الفاظ میں کہا کہ ''سندھی اپنی جغرافیائی انفرادیت، قومیت اور زبان کی وجہ سے ایک الگ صوبہ ہے اور اسے اسی طرح الگ رکھنا ہوگا۔'' (۵۶)

سندھی زبان میں اثر پذیری کی خوبی بھی کمال کی موجود ہے۔ قائدین نے جب سندھ اسمبلی میں قیام پاکستان کی پہلی قرارداد پیش کی تو اس پر اتفاق رائے حاصل کرنے کے لیے تقریریں اور مباحثہ سندھی میں ہوا تھا۔ بعد ازاں مذکورہ قرارداد نہ صرف متفقہ طور پر ایوان نے منظور کی بلکہ یہ سندھی زبان کی اثر پذیری ہی کا کمال تھا کہ اخبارات، رسائل، منبر و محراب سے اپنے عوام کو انھی کی زبان میں بتائیں اور سمجھائی گئیں اور عوام نے یک رائے ہو کر سب سے پہلے پاکستان کا مطالبہ کیا۔

پھر جب عوام سے اپنے رہنماؤں نے ہندوستان سے لٹے پٹے اور ہجرت کر کے آنے والوں کی بہت بڑی تعداد کو خندہ پیشانی سے آباد کرنے کے لیے پکارا تو اپنے قائدین کے فرمان پر بغیر سوچے

عمل کیا اور آج جتنی دنیا سندھ میں آباد ہے اس کی مثال دنیا میں اس لیے نہیں ملتی کہ قائدین نے سندھی بولنے والوں کو ان کی زبان میں ہمیشہ اخوت و بھائی چارے، امن و آشتی اور پیار و محبت کے ساتھ مل جل کر رہنے کی تلقین کی ہے۔

ہاں البتہ ملک میں جب بھی مارشل لاء لگا تو اہل سندھ نے اس پر بھرپور رد عمل کا اظہار کیا۔ جب ون یونٹ قائم ہوا تو بھی سندھ کے لوگوں نے اس پر سخت رد عمل ظاہر کیا اس طرح جب بھی سیاسی افق پر کوئی نامناسب اور ملکی سلامتی کے خلاف کارروائی ہوئی تو سندھ کے در و دیوار چیخ پڑیں ہیں۔

۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ ہو یا مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کے نام سے وجود میں آنے کا سانحہ، ہر صورت میں سندھی زبان میں کرب و شدید دکھ کا اظہار بڑا جامع اور بھرپور طریقے پر کیا جاتا رہا ہے۔ یہ باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ سندھی ایک زندہ معاشرے کی زبان ہے اور جو اثر اور جو صورتحال معاشرے کے سامنے آتی ہے وہ اس زبان کو بھی متاثر کرتی ہے۔ ہزارہا سال سے زمانے کے انقلابات اور تاریخ کے نشیب و فراز سے گزر کر دور حاضر میں سائنسی، تکنیکی اور کمپیوٹر کی فنی دنیا میں قدم بقدم ہو کر آگے بڑھنے کی صلاحیت کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ سندھی اپنے معاشرے کے ساتھ زندہ رہنے اور ترقی کرنے والی ایسی زبان ہے جس پر پاکستان کو بجا طور فخر ہونا چاہئے۔

حوالہ جات

(1) Asko Parpola, Sapeao kenniemi, simo sarpola etc. article published in two parts in Sindh Through the centuries, Oxford University press, Karachi, 1981.

Also see: Decipherrment of Proto-Dravidian Inscriptions of Indus Cicilization, the instt of Asian Studies, Copen Hagan 1959, PP 5 to 8.

(2) Ibid.

(۳) ڈاکٹر دانی کا مقالہ، بعنوان "سندھ، عہد بعہد" مئی ۲۰-۱۹۹۶ء
سندھ گریجویٹس اسلام آباد برانچ

٭ قدیم ایرانی اور سنسکرت میں "س" کو "ھ" میں تبدیل کرنے کا رواج تھا، جس کی وجہ سے سندھ بدل کر ہند بنا۔ تفصیل کے لیے دیکھیں عرب وہند کی تعلقات، ندوی، مولانا سلیمان، ایضاً

(۴) گھمن، الیاس (ایڈیٹر) سالانہ ساہت (پنجابی) لاہور ۱۹۹۶ء

(۵) الانا، ڈاکٹر غلام علی، سندھی زبان جو بنیاد، ایضاً

(۶) سندھی، ڈاکٹر غلام حیدر، ہمارا لسانی وادبی ورثہ، لسانی ورثہ اسلام آباد، ۱۹۹۵ء

(۷) بلوچ، ڈاکٹر نبی بخش خان، سندھی زبان ءادب جی مختصر تاریخ، ایضاً

Also see, Caldwell, Acomparaltive grammar, Ibid.

(8) Ibid.

(9) John Marshall, annual Report, Arcaeology Deptt of India, 1926/27

(۱۰) بحوالہ میمن عبدالمجید سندھی، سندھی بولی جی مختصر تاریخ، سکھر ۱۹۶۷ء

(۱۱)اصلاحی، شرف الدین، اردو- سندھی کے لسانی روابط، لاہور ۱۹۷۰ء

(۱۲)بلوچ، ڈاکٹر نبی بخش خان، سندھی بولی ءادب، ایضاً

(۱۳)فریدی، مولانا نور احمد، تاریخ ملتان حصہ اول، ایضاً

(۱۴)ایضاً

(۱۵)مولائی، شیدائی رحمیداد خان، تمدن سندھ، سندھ یونیورسٹی حیدر آباد سندھ، ۱۹۵۴ء

(۱۶)ندوی، رشید اختر "پاکستان کا قدیم رسم الخط اور زبان" اسلام آباد، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، ۱۹۹۵ء

(۱۷)ماہوار تہذیب الاخلاق، لاہور، مقالہ بعنوان : عربوں کے عہد میں سندھ میں تہذیب و ثقافت فروری ۱۹۹۷ء

(۱۸)ایضاً

(۱۹)ندوی، مولانا سلیمان عرب و ہند کے تعلقات-ایضاً

(20) Caldwell, Rev. Robert. A Compalraltive Grammar of the Dravidian... Ibid, p64. Also see his same opinion in Pre-Historical India, p81.

(21) Ibid.

(22) Holdich, Sir Thomas, Outline of History, p163.

(۲۳)بحوالہ، ندوی، رشید اختر ایضاً ص ۱۹۵

(24) Holdich, sir Thomals, Galtes to India, Ibid, p144.

(25) Ibid, p202.

(26) Trumpp, E. The Grammalr of Sindhi Language, Ibid.

(27) Caldwell, Ibid p64.

(28) The Daily Dawn, Karachi, Sunday July 20th, 1969, p17

(۲۹) عرب وہند کے تعلقات، ایضاً ص ۱۲

(۳۰) ڈاکٹر غلام علی، سندھی بولی جو ابھیاس، حیدرآباد سندھ ۱۹۸۷ء، ص ۳۲۲۔

(۳۱) عرب وہند کے تعلقات، ایضاً ص ۲۴۲، عجائب الہند اور ڈاکٹر بلوچ کی تحقیق سندھی زبان وادب جی مختصر تاریخ ص ۶۵۔

(۳۲) تفصیل کے دیکھئے امام حافظ ابو حاتم محمد حبان البستی (وفات ۹۶۵ء) کی کتاب، روضۃ العقلاء ونزہۃ الفضلاء اور مجمل التواریخ والقصص ۱۱۲۶ء۔

(۳۳) سندھی، میمن عبدالمجید، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، سنگ میل، لاہور ۱۹۹۴ء۔ ص ۳۰

(۳۴) سندھی بولی جو ابھیاس، ایضاً ص ۲۵۲۔

(35) Richard Burton, Sindh and the Races, thalt indabit the Valley of the Indus, 1850, 9385, Note-15.

(36) Sindhi Literature Ibid.

(37) Schimmal, Dr. Annimari (Article) in ZDMG-15/1865, p692

(38) Richard Burton, Sindh and the Races Ibid, p75.

(۳۹) الانا، سندھی بولی جو ابھیاس، ایضاً ۲۵۲۔

(۴۰) مولائی شیدائی، رحیمداد خان، تمدن سندھ، سندھ یونیورسٹی ایضاً ص ۲۰۵۔

(۴۱) تالپور، محمد جمن، سندھ جا اسلامی درسگاہ، پی ایچ ڈی مقالہ (حوالہ قلمی سے البتہ تھیسز شائع ہو چکا ہے) ۱۹۸۷ء

(۴۲) برڑو، غلام حیدر، سندھی زبان جی حیثیت (قلمی) ایضاً۔

(۴۳) ایضاً۔

(44) Ellis, B.H. Report on education on sindh to H.B.E, Frere, Commissioner, in Sindh, 29 Dec. 1854.

(45) Burton, Richard, Population of Sindh, Sindh Survey Deptt. Kurrachee, 29 Dec. 1847, Published in vol ELIX, 1854

(46) Pringle, R.K. Commissioner's Report on the Conditions and mode of abminiistration on the piovince of sonde, Kurrachee, 31 Dec. 1847. Also see Tarip Rehman, Language and Politics in Pakistan, Oxford University Press, 1996.

(47) Clerk, George, Minute on scinde, Vol. ELIX, 1854. p258.

(۴۸) الانا، سنڌي ٻوليءَ جو اڀياس، ايضاً۔

(49) Falkland's Munuts of 28 July, 1849 Reference in Khuhro, Dr Hamida, The Making of Modern Sindh, Karachi, 1978

(50) Tariq Rehman, Language and Politics in Pakistan.

(51) Ibid, P104.

(52) James, C.M. Scinde, 1850 p15.

(۵۳) ٻوهيو، الهداد، سنڌي ٻوليءَ جو سماجي ڪارج، سنڌالوجي ۱۹۷۸ع۔

(54) Baluch, Dr. Nabi Bux, Edcation in Sindh, Before British, Huderabad 1993.

(55) Tariq Rehman, Language and Politics, Ibid, p109.

(56) Khuhro, Dr. Hamida (Editor), Documention the Separation of sindh from the Bombay, Vol. I, Islamabad 1982